اسلام میں معذوروں اور مجبوروں کے حقوق

جناب ڈاکٹر احمد سجاد صاحب پروفیسر رانچی یونیورسٹی

۱۔ پہلے یہ کہ ایک خدا پر ایمان لایا جائے اور اُس کی خوشنودی کے لیے سب کچھ کیا جائے۔

۲۔ دوسرے یہ کہ ہر انسان آپس میں بھائی بھائی اور برابر ہے۔ وہ اشرف المخلوقات ہے اور احسن تقویم ہے۔ چھوٹے بڑے کا تصور ذات پات کی بنیاد پر نہیں، بلکہ نیکی اور بھلائی کی بنیاد پر ہے۔ قرآن مجید کے لفظوں میں:

"اے لوگو! ہم نے تمہیں پیدا کیا ایک مرد اور ایک عورت سے اور تقسیم کیا مختلف نسل اور قبائل میں، تاکہ تم پہچانے جاسکو۔ تم میں برگزیدہ اور معزز وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔"

اسی بات کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کہا ہے:

"خدا کی قسم تمام مخلوق ایک کنبہ ہے۔ خدا سب سے زیادہ اس سے محبت کرتا ہے جو خدا کی مخلوق سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے۔"

ایک اور جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اسلام نے توحید اور اخوت و مساوات نیز عظمتِ آدم پر سب سے زیادہ زور دیا

ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی انسان خواہ وہ جسمانی اعتبار سے معذور ہو یا مالی حیثیت سے پریشان و مفلوک الحال اس کی مدد کرنا ایک اچھے اور سچے انسان کا فرض ہو جاتا ہے۔

قرآن و حدیث میں اس طرح کی بیسیوں آیتیں اور اقوال درج ہیں جن میں معذورین کی مدد اور خدمتِ خلق کی تاکید کی گئی ہے۔ مثلاً:

۱۔ "وہ لوگ جن کے اموال میں سائل اور محروم کا حق ہے۔" (المعارج)

۲۔ "اور یتیموں کی نگہداشت کرو یہاں تک کہ وہ سنِ نکاح کو پہنچ جائیں۔"

۳۔ "صدقات (یعنی خیرات و زکوٰۃ) صرف فقراء و مساکین اور کارپردازانِ صدقات اور ان کے لیے ہیں جن کی تالیفِ قلب ضروری ہے اور غلاموں کے آزاد کرنے میں اور قرض داروں اور مجاہدین، مسافرین کی مدد میں بھی یہ صدقات صرف کرنے چاہئیں۔" (التوبہ)

اسی طرح والدین، قرابت داروں، عورتوں، بچوں اور کمزوروں کی خدمت اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ایک اصولی بات اس طرح کہہ دی گئی ہے:

۴۔ "اور نیکی و خیر کے کاموں میں تعاون کرو اور معصیت و جور میں تعاون نہ کرو۔" (المائدہ)

یہاں نیکی کے کاموں میں دین دھرم اور ذات پات کے بھید بھاؤ کو بالکل مٹا دینے کا حکم ہے۔ اس بات کو قرآن نے ایک اور جگہ تفصیل سے کھول کر بتا دیا ہے۔

۵۔ "تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آؤ، اور پڑوسی اور رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی اور مسافر سے، اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں احسان کا معاملہ رکھو۔"

۶۔ "مومن ایسا نہیں ہوتا کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اُس کا پڑوسی جو اُس کے پہلو میں رہتا ہو، بھوکا رہے۔" (حدیث مشکوٰۃ، ابن عباسؓ)

اسی لیے بعض ائمہ و فقہا خصوصاً امام ابن حزم کا خیال یہ ہے کہ کسی محلہ میں کوئی شخص بھوکا مر جائے تو اُس کے پڑوسیوں پر قتل کا مقدمہ قائم کیا جائے گا۔

اِس طرح بیسیوں آیتیں اور احادیث پیش کی جاسکتی ہیں جن میں کُھل کے مجبوروں، بے کسوں اور معذوروں کی مدد کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ پورے قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے کہ غریبوں کے علاوہ سرمایہ داروں کی پاسداری اور ان کی دولت پر پردہ ڈالنے کی کوئی بات کہی گئی ہو، بار بار یہی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ دولت ایک جگہ جمع نہ ہونے پائے۔ اسے غریبوں اور محتاجوں میں ہمیشہ تقسیم در تقسیم ہوتے رہنا چاہیے۔

اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کی ان نظریاتی بنیادوں پر اسلامی سوسائٹی میں اس کی عملی شکلیں (PRACTICAL SHAPES) کس طرح سامنے آئیں۔ اِس عملی رُخ کے مطالعہ کے لیے پہلی بات تو یہ جان لینا چاہیے کہ قرآن اور اسلام نے سُود کو قطعاً حرام قرار دے دیا ہے۔ اس کے بجائے غریبوں اور معذوروں کی خدمت کے لیے عبادت کے جو طریقے اور ادارے قائم کیے ان میں مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ زکوٰۃ ۔ (ہر صاحب نصاب پر ڈھائی فیصد ٹیکس بشکل عبادت)
۲۔ عشر ۔ (بغیر آب پاشی کی پیداوار پر ۱/۱۰، اور آب پاشی کے بعد ۱/۲۰)
۳۔ فطرہ
۴۔ خمس ۔ (مال غنیمت میں سے)
۵۔ وراثت
۶۔ صدقات (مختلف قسم)
۷۔ اوقاف وغیرہ

عبادات کے ان طریقوں پر رسول کریمؐ کے زمانے سے لے کر آج تک پوری اسلامی دُنیا میں عمل درآمد ہو رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں عرب جیسا بنجر اور غریب علاقہ مالا مال ہوگیا ہے۔ اور رسول اللہؐ کے چند برسوں کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں تو یہ حالت ہوئی کہ زکوٰۃ اور خیرات لینے والا بمشکل ہی نظر آتا تھا۔ آج بھی اس گئے گزرے دور

میں اسلامی دُنیا کی کئی بین الاقوامی یونیورسٹیاں، اَن گنت مدارس، رفاہی ادارے، ہسپتال اور معذوروں کی پناہ گاہیں انہی مدات سے چل رہی ہیں اور جن سے فائدہ اُٹھانے کے لیے کوئی جنس نہیں رکھی گئی ہے۔ شاید اسی لیے مشہور فلسفی اور شاعر ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک موقع پر مسلمانوں سے ایک خاص انداز میں کہا تھا کہ:

"تم جس دین کے علمبردار ہو وہ فرد کی قدر و قیمت کو تسلیم کرتا ہے اور اُس کی اِس طرح سے تربیت کرتا ہے کہ وہ اپنا سب کچھ خدا اور بندوں میں صرف کر دے۔ اس دینِ قیم کے مضمرات ابھی ختم نہیں ہوئے۔ یہ دین اب بھی ایک نئی دُنیا بیدار کر سکتا ہے، جس میں غریب، امیر سے ٹیکس وصول کریں، جس میں انسانی سوسائٹی معذوروں کی مساوات پر نہیں بلکہ رُوح کی مساوات پر قائم ہو۔"

یہ بات شاعرانہ فلسفیانہ رنگ میں نہیں کہی گئی ہے بلکہ خود قرآن کا کہنا ہے کہ:

"مسلمانوں نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے ہاتھوں جنت کے عوض بیچ دیا ہے۔"

ایسی صورت میں ایک سچے مسلمان کے پاس جو کچھ ہے وہ خدا کی امانت ہے اور جہاں جہاں جس مد میں اُس نے جس کا جو حصّہ مقرر کر دیا ہے، اُسے ہر حال ادا کرنا ہے۔ یہاں ادائیگی کے آداب بھی مقرر کر دیئے گئے ہیں کہ جو کچھ دینا ہے محض خوشنودیٔ رب کے لیے، کسی پر احسان جتانے یا کسی غریب اور معذور پر رعب قائم کرنے کے لیے نہیں۔ قرآن ہی نے ایک جگہ اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے:

"اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اُس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹان تھی جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے

نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا"۔

انہی اُصول و آداب نے نہ صرف عربوں بلکہ عربوں کے ساتھ جہاں جہاں اسلام پہنچا وہاں کی کایا پلٹ ہو گئی۔

اب آخری بات صرف یہ رہ گئی ہے کہ اسلام کی اُن نظری و عملی ہدایتوں کی بنیاد پر اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت بھی ملتا ہے یا نہیں۔ میں یہاں طوالت سے بچنے کے لیے ہر اہم دَور کے چند مشہور واقعات، اوقات اور ان کے طریقِ کار کی وضاحت کروں گا جس سے بخوبی یہ اندازہ ہو سکے گا کہ خدمتِ خلق، رفاہ عام اور معذوروں کی ہر صورت مدد اور خدمت کی کیسی کیسی مثالیں اسلامی تاریخ نے قائم کیں۔ تو سب سے پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے طرزِ عمل کو ملاحظہ فرمایئے۔ حضورؐ نے زندگی بھر غریبوں، غلاموں اور اپاہجوں کی جس طرح خدمت کی، اس سے تاریخ وسیر کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہاں صرف ایک بات عرض کر دوں کہ ان خدمات کے علاوہ آپؐ نے سات باغ غربا، فقراء، مساکین اور مجاہدین کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ یہاں یہ واضح کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ عرب جیسے علاقے میں باغ، کنوؤں، چشموں، مویشیوں اور غلّوں کو آج سے بارہ، چودہ سو برس پہلے جو اہمیت حاصل تھی، اُس کا کچھ نہ کچھ اندازہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہی چیزیں خوشحالی، عیش و عشرت، دولت و عزت اور زندگی کا دارومدار تھیں۔

رسول اللہؐ کے بعد جب حضرت حفصہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ نے جس طرح قیمتی جائدادیں، باغات اور کنویں خدمتِ خلق کے لیے وقف کیے تاریخ کی کتابیں ان کی تفصیل سے بھری ہوئی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں شیرخوار بچوں، بوڑھے مردوں، عورتوں اور معذوروں کے وظائف کا جو نظام قائم کیا تھا، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔ بوڑھے یہودی کا واقعہ تو زبان زدِ عام ہے کہ اس کو بھیک مانگتے دیکھ کر آپؓ نے بلا امتیاز مذہب و ملّت تمام بوڑھوں اور اپاہجوں کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

حضرت عثمانؓ نے لوگوں کی عام ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک کنواں (بیرِ رومہ)

۳۵۰۰۰/- درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ اس طرح حضرت علی رضؓ نے اپنے دورِ امارت میں سالانہ چالیس ہزار کی ایک بڑی جائیداد خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں تاریخ گواہ ہے کہ مختلف اوقات میں آپؓ نے ایک بار پانچ سو اونٹ، دوسری دفعہ ایک ہزار گھوڑوں اور تیسری بار پچاس ہزار کی ایک قیمتی جائیداد اور ایک بار چار لاکھ کا نہایت عمدہ باغ ضرورت مندوں کے لیے وقف کر دیا۔ غرض صلاحیتِ خدمتِ خلق اور کارِ خیر کی ایک فضا بن گئی تھی۔ امام ابن الجوزی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اُس زمانے میں لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا تھا کہ فقیروں، غریبوں اور محتاجوں سے جو لوگ اپنے مال کو روکیں گے اُن کا مال مختلف حیلوں اور تدبیروں سے اہلِ اقتدار اور حکامِ زمانہ حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ تجی پیشہ لوگوں نے اپنے مال کو ہر سال تین حصوں پر تقسیم کر لینے کی ایک عادت بنا لی تھی۔ ایک حصہ اپنے مصرف میں لاتے دوسرے حصے سے رشتہ داروں اور قرابت داروں کی خدمت کرتے اور تیسرا حصہ غریبوں، مسکینوں اور معذوروں کے لیے وقف کر دیتے۔ غلاموں کو آزاد کرانا، غریب لڑکے لڑکیوں کی شادی کرا دینا، مقروضوں کا قرض ادا کرا دینا اور اپاہجوں، یتیموں، بیواؤں اور مفلوک الحالوں کی پرورش اور علاج معالجے پر اپنے مال کو صرف کرنا اس زمانے کا فیشن بن گیا تھا۔ اسپتالوں، یتیم خانوں، مدرسوں کی تعمیر، قحط کے زمانے میں روٹیوں کی تقسیم، رمضان اور حج کے زمانے میں عوام کی بیش از بیش خدمت کا چلن عام تھا۔

(باقی)